مولانا عبدالرحمن کیلانی قسط نمبر۲

# دین طریقت یا رہبانیت

## ایک آفاقی مذہب

**رجال الغیب سے استفادہ کرنے والے گروہ** دورِ نبوی میں اس عالم ارواح سے تعلق رکھنے والے مندرجہ ذیل قسم کے گروہوں کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ **دھیانی**: جو تارک الدنیا ہو کر جنگلوں میں کوئی کٹیا یا خانقاہ بنا کر اس میں مقیم رہا کرتے تھے۔ تزکیہ باطن اور دل کو آئینہ بنانے میں مصروف رہتے۔ ان کا اصل مقصود ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو غیب کی خبریں بھی بتلایا کرتے تھے۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۲۔ **کاھن**: ایسے لوگ چلہ کشی ضرور کرتے تھے لیکن عام آبادیوں میں رہتے تھے۔ ان کا تعلق شیطانی روحوں سے ہوتا تھا۔ بخاری باب الکہانۃ میں ہے کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کاہنوں کی باتوں کے بارے میں آپؐ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، ان کی باتیں محض لغو ہیں۔ انھوں نے کہا یارسول اللہ! کبھی تو ان کی بات سچ نکلتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں یہ بات وہ ہوتی ہے جو کاہن شیطان سے اڑا لیتا ہے (یا شیطان فرشتوں سے اڑا لیتا ہے) پھر وہ اپنے "ولی" یعنی دوست کے کان میں پھونک دیتا ہے تو یہ لوگ اس میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں"۔

بخاری و مسلم میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ مدینہ میں ایک شخص ابن صیاد نامی ایک کاہن تھا۔ وہ غیب کی خبریں تبلایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا۔ میں گواہی

دیتا ہوں کہ تو ان پڑھوں کا رسول ہے پھر اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پنجہ مارا اور کہا خدا تمھیں تمھاری حد سے آگے نہ بڑھنے دے گا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ اچھا بتاؤ اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟ آپ کو اس وقت سورۂ دُخان کا دل میں خیال آرہا ہے۔ اس نے کہا "دُخ" (یعنی دھواں) اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہ اسے دجّال خیال کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپ سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو روک دیا اور فرمایا کہ اگر یہ دجّال ہے تو یہ تیرے ہاتھوں نہیں مارا جائے گا اور اگر دجّال نہیں تو اس کو قتل کرنا درست نہیں" (بخاری ومسلم)

۳۔ **جادوگر:** ان لوگوں کا تعلق خالص شیطانی اور خبیث روحوں سے ہوتا تھا۔ یہ لوگ ایسی روحوں کو قابو کر کے لوگوں کو تنگ کرتے، انھیں نقصان پہنچاتے اور لوگوں پر اپنی ہیبت کا سکہ جماتے تھے۔ یہ لوگ ان روحوں کے ذریعہ اشیا کی ماہیت اور حیثیت تو نہیں بدل سکتے البتہ فضا کو متاثر کرتے اور ہیبت ناک بنا دیتے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے والے جادوگروں کے متعلق فرمایا،

وَسَحَرُوۡۤا اَعۡیُنَ النَّاسِ وَاسۡتَرۡهَبُوۡهُمۡ (۷/۱۱۶)

ان جادوگروں نے حاضرین کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو دہشت ناک کر دیا۔

گویا جادوگروں کی رسیاں فی الحقیقت سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا اور وہ ان سے ڈر بھی گئے تھے۔

اسی طرح بخاری شریف باب السحر میں واقعہ مذکور ہے کہ لبید بن عاصم یہودی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا۔ کنگھی سے جھڑے ہوئے سر کے بالوں پر منتر پڑھا۔ انھیں کھجور کے خوشے کے غلاف میں لپیٹ کر ذروان نامی کنوئیں میں رکھ دیا۔ اس عمل سے کنوئیں کا ماحول اس قدر دہشت ناک ہوگیا تھا کہ جو صحابہ پانی لینے کے لیے بھیجے گئے ان کا بیان ہے کہ کنویں کا پانی مہندی جیسا سرخ معلوم ہوتا تھا اور کھجوروں کے درخت اتنے مہیب ہو گئے تھے گویا سانپوں کے پھن ہیں۔

# کیا دیدارِ الٰہی ممکن ہے؟

اسلام نے کہانت اور سحر کو تو کفر قرار دیا تھا، رہبانیت سے بھی منع کیا تھا لہٰذا مسلمان بالعموم اس سے محترز رہے لیکن اس کے باوجود دیدارِ حق کے اشتیاق میں اس پرخطر وادی میں داخل ہوگئے۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس دنیا میں اور ان آنکھوں (ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی) سے ممکن بھی ہے یا نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (۶ ؍ ۱۰۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے۔

نیز موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدارِ الٰہی کا اشتیاق فرمایا تو اللہ نے جواب دیا: آپ مجھے ہرگز نہ دیکھ سکیں گے۔ اگر اتنا ہی اشتیاق ہے تو) پہاڑ کی طرف دیکھیے اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو شائد تم مجھے دیکھ سکو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا جلوہ دکھایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر زمیں بوس ہوگیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہوکر گر گئے۔" (۷ ؍ ۱۴۳) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی جب دیدارِ الٰہی کی تاب نہ لاسکے تو دوسروں کی کیا مجال۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور کہتے ہیں کہ آپؐ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا تھا۔ لیکن اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو امام بخاری کتاب التفسیر سورۂ والنجم کے تحت لائے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا تھا؟" انھوں نے کہا۔ تیری اس بات پر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ تین باتیں جو شخص بھی بیان کرے وہ جھوٹا ہے۔ جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اس نے جھوٹ بولا اس کے بعد یہ آیت پڑھی لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار الی آخرہ۔

البتہ بخاری کتاب التوحید میں یہ صراحت موجود ہے کہ قیامت کے دن مسلمان اللہ تعالیٰ کو ایسے دیکھ سکیں گے جیسے اس دنیا میں چاند کو دیکھتے ہیں اور انھیں کوئی اڑچن محسوس نہیں ہوتی گویا دیدارِ الٰہی اخروی زندگی میں ممکن ہے۔ اس زندگی میں نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہی نہیں تو یہ لوگ کس بات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ پھر جو لوگ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی کیا حقیقت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تزکیۂ نفس اور صفائی قلب (خواہ وہ کسی طریقہ سے ہو، شریعت پر پابند رہ کر یا کسی دوسرے غیر شرعی طریقہ) سے انسان کے دل میں یہ خاصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ تجلّی کا اقل قلیل حصہ مشاہدہ کر سکے (خواہ وہ کسی قسم کی ہو) اور یہ تو صاف واضح ہے کہ یہ تجلّی اگر حقیقی بھی ہو تو اس تجلّی کا اقل قلیل حصہ ہی ہو سکتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ڈالی گئی اور جسے وہ برداشت نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کے تجلّی ڈالنے سے، ہم کلام ہونے سے یا وحی بھیجنے سے دو نتائج یقینی ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان اس میں لذت حقیقی محسوس کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے تو صرف اتنا پوچھا کہ "موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس مختصر سے سوال کا اچھا خاصا لمبا چوڑا جواب دیا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام ان لذت کے لمحات کو طویل سے طویل تر بنانا چاہتے تھے۔ یا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ عرصہ کے لیے وحی رک جاتی تو آپ بے قرار رہتے اور جبرائیل علیہ السلام کا انتظار کرتے رہتے تھے۔

اور دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی طبیعت پر خاصا بوجھ پڑتا محسوس ہوتا ہے جو بعض دفعہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلّی کو برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو گئے اور پہاڑ تو ریزہ ریزہ ہی ہو گیا تھا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ سفر میں وحی نازل ہوئی تو اس بوجھ کا اثر اتنا شدید تھا کہ آپ کی اونٹنی بھی زمین پر بیٹھ گئی اور بعض دفعہ تو آپؐ کو نزولِ وحی کے وقت پسینہ تک آ جاتا تھا۔ پہلی دفعہ جب غارِ حرا میں آپ پر وحی نازل ہوئی تو اس وقت اتنا شدید بوجھ محسوس کر رہے تھے کہ گھر آ کر لیٹ گئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: زملونی زملونی (مجھ پر چادر اڑھا دو۔ مجھ پر چادر اڑھا دو)

**دیدار الٰہی یا شیطانی فریب** اب یہ بزرگ یا اولیا جو مشاہدہ حق یا ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان میں اور انبیاء میں جو بنیادی فرق

سے وہ یہ ہے کہ انبیاء کے ساتھ جو واقعہ پیش آتا ہے وہ تو حقیقت ہوتا ہے لیکن دوسروں سے جو ایسے واقعات پیش آتے ہیں وہ بسا اوقات شیطانی فریب کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کشف کا ایک ذاتی واقعہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم الشان روشنی ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے۔ اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا کہ "اے عبدالقادر میں تمہارا رب ہوں۔ میں نے تمہارے لیے سب محرمات حلال کر دیے"۔ میں نے کہا: "دور ہو مردود!" کہتے ہیں وہ روشنی ظلمت سے بدل گئی۔ اور وہ صورت دھواں بن گئی۔ اور ایک آواز آئی کہ عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم و تفقہ کی وجہ سے بچا لیا۔ ورنہ اس طرح میں ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ "محض اللہ کی مہربانی سے"۔ کسی نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے" فرمایا۔ اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا (الطبقات الکبریٰ شعرانی جلد ۲ ص ۱۳۷ و طبقات الحنابلہ ابن رجب بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت جلد ۱ ص ۱۸۱ مصنفہ ابوالحسن علی ندوی)

دوسرا فرق یہ ہے کہ انبیا پر ایسے اوقات میں بوجھ تو پڑتا ہے اور لذت بھی محسوس کرتے ہیں لیکن ان پر محویت کا عالم (جسے تصوف کی اصطلاح میں سُکر کہتے ہیں) طاری نہیں ہوتا، نہ وہ اپنے حواس کھو دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بزرگ حضرات عموماً ایسے مقامات میں ہوش و حواس کھو کر ایسی غلط سلط باتیں کہہ دیتے ہیں جو سراسر شریعت مطہرہ کے خلاف ہوتی ہیں اور جن کا بسا اوقات بعد میں انھیں خود بھی افسوس ہوتا ہے اور ایسے واقعات بے شمار ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلّی کے وقت جو بے ہوشی طاری ہوئی (حالانکہ آپ نے اس حالت میں کوئی نازیبا بات بھی نہیں کہی) تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ ان کا یہ مطالبہ رضائے الٰہی کے خلاف تھا۔ ورنہ یہ صورت کبھی پیش نہ آتی۔ اور تاریخ انبیا میں صرف یہی ایک استثنائی واقعہ ہے جب کہ ہمارے صوفی اور رہبان ہمہ وقت ایسے منشائے ایزدی کے خلاف واقعات کی جستجو میں لگے رہتے ہیں اور اگر کچھ بن نہ پڑے تو محفل سماع و رقص منعقد کر کے اپنے آپ پر مصنوعی قسم کے وجد و حال کو مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بذاتِ خود ایک غیر شرعی

فعل ہے۔

ایسی راہبانہ زندگی اختیار کرنے سے شریعت کے کن کن احکامات پر زد پڑتی ہے یہ تو ہم کسی دوسرے مقام پر جائزہ لیں گے۔ سر دست ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان بزرگوں کے مشاہدات و مکاشفات میں کچھ حقیقت بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ کس قدر ممکن ہے۔

**کشف و مشاہدہ کی حقیقت**

جس طرح انسان کی عقل ایک محدود دائرہ میں کام کر سکتی ہے بعینہٖ یہی حال اس کے وجدان اور قلبی واردات کا بھی ہے پھر جس طرح ہر انسان میں عقل کم اور زیادہ ہوتی ہے۔ ایک عقلمند کسی واقعہ سے جو نتیجہ نکالتا ہے ایک کم عقل یا بے وقوف کی سوچ اس کے الٹ نتائج اخذ کرے گی یا مبہوت رہ جائے گی۔ یہی حال وجدان کا بھی ہے۔ علاوہ ازیں عقل کی کارکردگی پر انسان کے اپنے میلانات، تصورات اور تجربات کو بھی دخل ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح وجدان یا کشف پر بھی صاحب کشف کے میلانات اور رجحانات کا کافی اثر ہوتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ ہر صاحب کشف کے رجحانات اور میلانات بھی الگ الگ ہوتے ہیں لہٰذا سب لوگوں کے کشف میں بھی یکسانیت اور اتفاق ناممکن ہے اور اس سے محض ظنی سا علم ہوتا ہے جو صرف صاحب کشف کو تو شائد کسی حد تک مطمئن کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کو اس کا قائل نہیں کر سکتا۔ ان کے پاس ان کے اپنے مکاشفات ہوتے ہیں جو اس سے الگ نوعیت کے ہوتے ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھیے جیسا کہ مشہور کہانی ہے۔ ایک دفعہ چار اندھے ہاتھی کا ملاحظہ و مشاہدہ کرنے لگے۔ ظاہر ہے وہ دیکھ تو سکتے نہ تھے۔ ٹٹول کر اندازہ ہی لگا سکتے تھے کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے۔ ایک نے اس کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیر کر اندازہ لگایا۔ دوسرے نے ہاتھ اونچا کر کے اس کے پہلو پر ہاتھ پھیرا۔ تیسرے نے اس کے کان پر ہاتھ پھیرے اور چوتھا اس کی سونڈ ملاحظہ کرتا رہا۔ اب جو اپنے اپنے ملاحظات کے نتائج پیش کرنے بیٹھے تو ٹانگوں پر ہاتھ پھیرنے والے نے کہا کہ ہاتھی تو تھم یا ستون کی مانند ہوتا ہے۔ پہلو پر ہاتھ پھیرنے والے نے کہا کہ تو غلط کہتا ہے ہاتھی تو پہاڑ کی مانند تھا۔ تیسرے نے کہا ہاتھی تو چھاج کی مانند ہے اور ہر دم متحرک چیز ہے اور تم دونوں غلط کہتے ہو۔ چوتھے نے کہا تم

سب غلط کہتے ہو ہاتھی تو خم دار اور لچکدار ہوتا ہے۔ اب ان اندھوں میں سے ہر ایک کا یہی تکرار تھا کہ اس کا ملاحظہ صحیح ہے باقی سب غلط ہیں۔

## دین طریقت کے مختلف نظریات

بعینہٖ یہی صورت حال ان مشاہدین حق کی ہے۔ وہ اندھے اس لحاظ سے ہیں کہ نصوص شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ اس ذات باری کا اس دنیا میں نہ تو دیدار ممکن ہے اور نہ ہی کوئی اس کی کُنہ کو پا سکتا ہے مگر یہ حضرات بضد ہیں کہ ہم ضرور یہ ملاحظات و مشاہدات کر کے رہیں گے پھر جس طرح ان اندھوں میں تکرار اور جھگڑا ہوا بعینہٖ یہی صورت حال یہاں بھی پیدا ہو گئی ہے ایک نے کہا کہ میں خدا کے اتنا قریب ہو گیا کہ بالآخر ہم دونوں ایک ہو گئے۔ دوسرے نے کہا کہ میں جذب و مستی میں اتنا منہمک ہوا اور آتش عشق اتنی تیز بھڑکی کہ خود خدا نیچے اتر کر میرے جسم میں اتر گیا۔ پھر میں ہی خدا تھا۔ تیسرے نے کہا تم دونوں غلط کہتے ہو بھلا خدا کوئی مخصوص جسم ہے جس میں تم مدغم ہو گئے تھے یا وہ تمہارے جسم میں داخل ہو سکے۔ وہ تو ہر شے میں پہلے ہی سے موجود ہے اور ہر چیز میں داخل ہے۔ ہر چیز خدا کی ذات کا حصہ ہے۔ چوتھے نے کہا تم سب غلط ہو خدا تو فی الواقع ایک الگ ہستی ہے۔ تاہم یہ کائنات کی جملہ اشیا اس کا لباس مجاز ہیں۔ یہ ہیں وہ مختلف نظریات جو اس دین طریقت کے مختلف اعیان نے پیش کیے۔ ان کا تفصیلی جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے۔

## دین طریقت کے پیروکاروں میں تکرار و اختلافات

اس خود ساختہ دین طریقت کے پیروکاروں میں شدید اختلافات ہیں۔ رفاعی کہتا ہے قادری غلط ہے۔ قادری کہتا ہے رفاعی کے پاس کچھ نہیں۔ ایک کہتا ہے میرے پیر نے حضرت عزرائیل سے ارواح کی زنبیل چھین کر سب ارواح کو ان کے جسموں میں داخل کر دیا۔ دوسرا کہتا ہے۔ میرا پیر جہنم کے پاس سے گزرا اور اس نے اپنی تھوک سے اس کو بجھانا چاہا مگر درمیان میں فرشتے حائل ہو گئے۔ عبدروسی کا ایک مرید کہتا ہے ؎

اَلعَبدُ رُوسِی کَانَ یُحْیِی ۔۔۔ مِنَ الْاَمْوَاتِ مَنْ قَدْمَاتَ دھراً

(ترجمہ) عبدروسی ان مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے جن کو مرے ہوئے عرصہ گزر گیا ہے۔

(ترجمہ غایۃ الامانی ص ۲۳)

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح عقل نے وحی سے بے نیاز ہو کر بیشمار ٹھوکریں کھائیں اور امت میں افتراق و انتشار کا باعث بنتی رہی ہے۔ اس طرح کشف و وجدان نے بھی وحی الٰہی سے علیحدہ ہو کر ٹھوکریں ہی کھائی ہیں اور انتشار ہی کا بیج بویا ہے۔

## دین طریقت کے نقصانات اور معاشرہ پر اثرات

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے اس رہبانیت یا دین طریقت کے وہ کون سے مضر اثرات ہیں جن کی بنا پر شریعت مطہرہ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب کبھی رہبانیت کا دور دورہ ہوا تو:

۱۔ معاشرہ میں جو لوگ خدا ترس قسم کے تھے وہ اپنی اس غلط روش کی بنا پر معاشرتی ذمہ داریوں اور دوسرے انسانی تعلقات سے ایک طرف ہو گئے تو اس سے اخلاق، تمدن، معاشرت، معیشت، سیاست اور اجتماعیت کی جڑیں تک ہل گئیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کی زمام کار عیار اور ناخدا ترس آدمیوں نے سنبھال لی۔ دنیا میں "فساد فی الارض" کا دور دورہ ہوا اور خدا کے بھیجے ہوئے پیغام ہدایت اور ضابطہ حیات کی انہی "بزرگوں" کے ہاتھوں بیخ کنی ہوئی۔

۲۔ راہبوں کی اس روش کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ عام لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دین یا مذہب تو محض پوجا پاٹ اور گیان دھیان کا نام ہے اور مذہب کا تعلق بس اسی حد تک ہے۔ رہا دنیا کا کاروبار تو اس میں ہر شخص آزاد ہے۔ معاشرتی تعلقات یا ضابطہ اخلاق کی اگر کچھ اہمیت ہوتی تو یہ خدا رسیدہ لوگ اس سے کیوں منہ موڑ لیتے۔ پھر ان راہبوں کی ایک ایک روش شریعت الٰہیہ کے احکام سے متصادم ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب کا شیرازہ پارہ پارہ ہو کر بکھر گیا۔

۳۔ خدا کے حضور میں عاجزی اور تذلل محمود صفات ہیں لیکن ان راہبوں نے ان صفات میں اس قدر غلو کیا اور انکار ذات اور خودشکنی اتنے جوش سے کی کہ خودنگری اور خودشناسی، جو قومی زندگی کے لیے روح رواں ہے، ایک جرم سمجھا جانے لگا۔ انسان کو اپنی انسانیت سے شرم آنے لگی۔ وہ اپنی ترقی انسانیت میں نہیں بلکہ ترک انسانیت میں سمجھنے لگا۔ وہ انسان جس کو خدا نے احسن تقویم پر پیدا کیا اور اشرف المخلوقات

بناکر باقی کائنات اس کے لیے مسخر کر دی تھی ۔ وہ اس قدر بے اعتماد، افسردہ اور شکستہ دل ہوگیا کہ لباادقات حیوانات اور جمادات پر بھی رشک کرنے لگا اور ان چیزوں کو اپنے آپ پر ترجیح دینے لگا ۔

۴ ۔ اور چوتھا اثر یہ ہوا کہ معاشرہ میں باقی لوگ جن میں کچھ خداترسی اور دینداری کے اثرات پائے جاتے تھے انھوں نے بھی ان راہبوں اور فقیروں کے آستانوں کا رُخ کرلیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسجدیں آہستہ آہستہ ویران ہونے لگیں اور خانقاہوں، مزاروں اور آستانوں کی رونق بڑھنے لگی۔

## رہبانیت کے لوازمات

انھیں مفاسد کی بنا پر اسلام نے رہبانیت کو ناجائز قرار دیا ہے ۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ جس طرح نفس کی خواہش کے خلاف راہب لوگ بدن کو بھوکوں اور فاقوں سے مارتے اور ساری ساری رات قیام فرماتے ہیں، اس سلسلے میں شریعت ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے ۔ بخاری کتاب الصوم باب حق الاھل فی الصوم میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے ۔

اَنَّہٗ سَمِعَ عبد اللہ بن عمرو وَ بَلَغَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنِّیۡ اَسۡرُدُ الصَّوۡمَ وَاُصَلِّی اللَّیۡلَ فَاِمَّا اَرۡسَلَ اِلَیَّ وَاِمَّا لَقِیۡتُہٗ فَقَالَ اَلَمۡ اُخۡبَرۡ اَنَّکَ تَصُوۡمُ وَلَا تُفۡطِرُ وَتُصَلِّیۡ فَصُمۡ وَاَفۡطِرۡ وَقُمۡ وَنَمۡ فَاِنَّ لِعَیۡنِکَ عَلَیۡکَ حَقًّا وَاِنَّ لِنَفۡسِکَ وَاَھۡلِکَ عَلَیۡکَ حَقًّا ۔ قَالَ اِنِّیۡ لَاَقۡوٰی لِذٰلِکَ ۔ قَالَ: فَصُمۡ صَوۡمَ داؤد علیہ السلام ۔ قَالَ وَکَیۡفَ؟ قَالَ یَصُوۡمُ صَوۡمًا وَیُفۡطِرُ صَوۡمًا وَلَا یَفِرُّ اِذَا لَاقٰی ۔ قَالَ، مَنۡ لِیۡ ھٰذَا یَا نَبِیَّ اللہ! قَالَ عَطَاءٌ لَا اَدۡرِیۡ کَیۡفَ ذَکَرَ صِیَامُ الۡاَبَدِ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا صَامَ مَنۡ صَامَ الۡاَبَدَ مَرَّتَیۡنِ ۔

انھوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی کہ میں لگاتار روزے رکھا کرتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھا کرتا ہوں تو یا آپ نے مجھے بلایا یا میں خود آپ سے ملا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ تو روزے رکھتا ہے اور افطار ہی نہیں کرتا اور نماز پڑھے جاتا ہے ۔ ایسا کر کہ روزہ رکھ اور افطار بھی کر، قیام بھی کر اور سو بھی ۔ کیونکہ تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے

تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ داؤد کا روزہ رکھ۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن افطار کرتے اور دشمن کے مقابلہ میں نہ بھاگتے[1] میں نے کہا یا رسول اللہ! اس بات کی میری طرف سے کون ذمہ داری لے سکتا ہے۔ عطا کہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی نسبت آنحضرت ؐ نے کیا کچھ فرمایا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ آپ نے دو بار فرمایا "جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا"

(ترجمہ علامہ وحید الزمان)

یہ حدیث بخاری میں کئی طرح سے مذکور ہے ایک روایت میں تیرے بدن اور تیرے مہمانوں کا بھی حق ہے (باب حق الضیف) کے الفاظ زیادہ ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو دائمی روزہ سے منع فرمایا تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھ میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے۔ تو پہلے آپ نے فرمایا کہ اچھا تم مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ خدا دس گنا اجر دیتا ہے تو یہ تمھارے پورے مہینے کے روزے ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے دوبارہ کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے پھر آپ نے فرمایا اچھا پھر داؤد علیہ السلام کی طرح ایک دن روزہ رکھو دوسرے دن افطار کرو۔ اور آخر میں فرمایا کہ جو دائمی روزہ رکھتا ہے تو اس کا کوئی روزہ نہیں (کیونکہ وہ میری سنت کی مخالفت کرتا ہے)

اب بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح کی درج ذیل روایت بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه: جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] ان الفاظ میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ مسلسل روزے انسان کو اتنا کمزور بنا دیتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے قابل نہیں رہتا۔ گویا اس حدیث سے رہبانیت یا تصوف کے دو نظریات پر زد پڑتی ہے (۱) نفس کشی اور بدن کو نحیف و نزار بنانے پر اور (۲) صوفیوں کے اس نظریہ پر کہ جہاد فی سبیل سے نفس کا جہاد افضل ہے۔ یہ نظریہ بھی اپنے مقام پر تفصیل سے پیش کیا جائے گا۔

فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا : وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔ قَالَ اَحَدُهُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا۔ وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ۔ وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا۔

فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں، تین آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کے گھر آئے (حضرت علیؓ، عبداللہ بن عمرو اور عثمان بن مظعون) یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھتے تھے۔ جب انھیں تبلایا گیا تو انھوں نے گویا (حضورؐ کی اتنی عبادت کو) کم سمجھا اور کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں حضور اکرمؐ۔ جن کے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف کیے جا چکے ہیں (یعنی ہمیں ان سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے) پھر ایک نے کہا میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی روزہ نہ چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔

اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان لوگوں سے پوچھا۔ کیا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیزگار ہوں۔ اس کے باوجود میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔ رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ تو جو کوئی میری سنت کو ناپسند کرے اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

ان احادیث سے صاف واضح ہے کہ:

۱۔ مجرد زندگی گزارنا۔ معاشرتی زندگی سے گریز (تاکہ یکسوئی سے عبادت کی جا سکے) بدن کو ناقوں مار کر تزکیہ نفس کرنا، اور عبادت خواہ کیسی ہی افضل کیوں نہ ہو، اس میں سنت نبوی سے آگے بڑھنا یہ باتیں شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔ اگر صرف

یہی چیزیں رہبانیت سے نکال دی جائیں تو رہبانیت کی عمارت از خود زمین بوس ہو جاتی ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت کی آخری حد سے مطلع فرما دیا۔ اب جو شخص زہد و تقویٰ اور عبادت کے میدان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرے گا وہ بدعت و ضلالت اور کفر ہی ہوگی۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بدعت ہمیشہ نیک ارادوں اور ثواب کی نیت سے ہی شروع کی جاتی ہے۔

۳۔ سنت کا تارک گنہگار ہوتا ہے، لیکن سنت سے زیادہ عمل کرنے والا، جو شریعت کی حدود کو کم سمجھ کر اس میں اضافہ کر رہا ہے وہ بدعتی، گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ بعد میں جو لوگ اس بدعت پر عمل پیرا ہوں گے حصہ رسدی اس کا گناہ بدعت جاری کرنے والے کو بھی پہنچتا رہے گا۔ (باقی آئندہ)

---

# خریدار حضرات متوجہ ہوں

● بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطور اطلاع ان کے ہم آنے والے پرچے پر " آپ کا چندہ ختم ہے " کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کریں اور لوٹ ڈاک سے کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زر تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ کا شمارہ) بذریعہ وی پی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں —— اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے۔

یاد رکھئے! وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے۔ اور وی پی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

(منیجر)